منی ناول

دیارِ صبح کے اجالوں میں

نایاب جیلانی

پانچواں حصہ

اس کے چہرے پر پھیلے ہراس کو دیکھ کر گلناز کی ساری طراری اڑنچھو ہوگئی تھی...... وہ اپنی لفاظی پہ قدرے چونکی تھی پھر بے ساختہ ہنستی چلی گئی...... تو کیا اسما اس کی بک، بک کو سچ تصور کر رہی تھی؟

"اللہ مجھے کسی بھی لغزش اور گمراہی سے بچائے...... میری بھاشا پہ کان مت دھرو...... میں نے جس پر پھسلنا تھا پھسل گئی۔ بار، بار رپٹنا مجھے نہیں آتا۔" گلناز نے ایک آنکھ میچ کر اشارہ کیا تو اسما
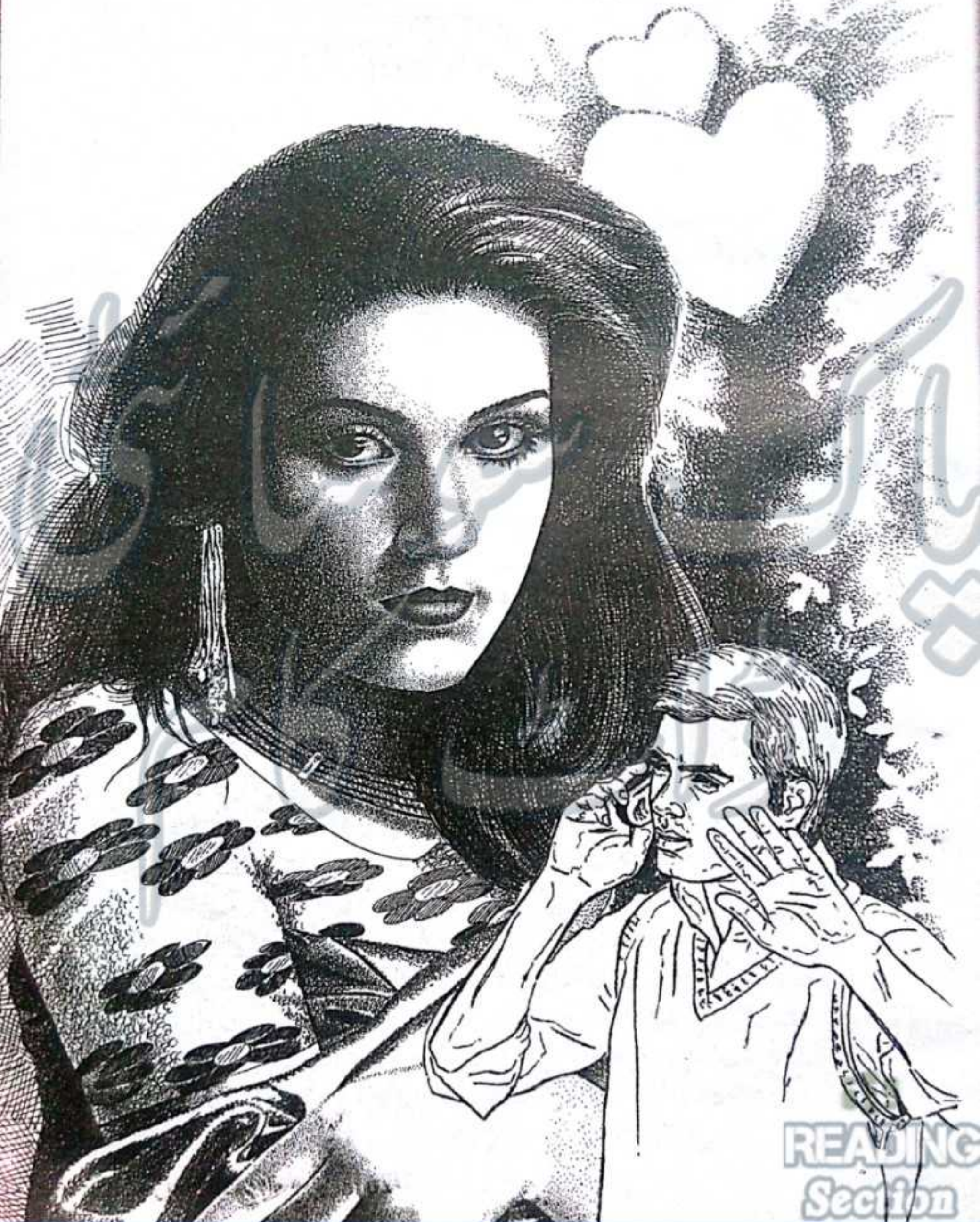
گہری سانس کھینچ کر اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔ گلناز ایسی ہی تھی...... منہ پھٹ، ہنس مکھ، غیر معمولی خوش اخلاق...... ہر ایک سے ہنس کر بات کر لینے والی شاید اسی لیے لوگ اس کے افسانے بنا دیتے تھے۔ بلکہ لوگ کیا... اسما کے گھر والے...... مامی اور اسما رابا تی تو آج تک اس نے گلناز کی بے ہودگیوں کے قصے کسی کی زبان سے نہیں سنے تھے۔

''ویسے تم اپنے منگیتر کو بچا رکھنا۔'' کچھ دیر بعد وہ ازلی بے تکلف انداز میں بہ آواز بلند اسے مشورہ دے رہی تھی۔

''کس سے بچا کر رکھوں؟'' اسما نے گلناز کو تیکھے چتونوں سے گھورا تھا اور ابھی گلناز منہ پھاڑ کر کسی انہونی بات کا ذکر کرنا چاہتی ہی تھی جب اندر آتی مامی کو دیکھ کر بات بدل گئی۔

''مجھ سے۔'' اس نے سابقہ انداز میں کھلکھلا کر کہا تھا۔ ''میری ہر اچھی چیز پر نظر ہوتی ہے۔'' وہ دیکھ مامی کو رہی تھی اور مخاطب اسما سے تھی...... اس کا انداز بڑا عجیب سا ہو گیا تھا...... جیسے وہ در پردہ مامی کو سنا رہی ہو...... گلناز کی ایک یہ بھی بڑی پرانی عادت تھی۔ وہ اپنا نام لے کر منہ بھر بھر کے دوسروں کو باتیں سنایا کرتی تھی۔ یہ خاص ٹرک بھی گلناز کے پاس تھی۔

مامی نے گلناز کو بیٹھے دیکھا تو اُن کے ماتھے پر سلوٹیں آ گئیں...... وہ گلناز کو پسند نہیں کرتی تھیں اور گلناز بھی انہیں اچھا نہیں سمجھتی تھی۔ اسی لیے اسما کی غیر موجودگی میں وہ کبھی ان کے گھر نہیں آتی تھی۔

''میری نظر بڑی تیز ہے...... بلکہ ''بدنظر'' ہی کہو...... پتھر کو دیکھوں تو پتھر پھاڑ دوں...... اسی لیے کہتی ہوں...... اپنے فیانسی کو بچا کر رکھنا......'' گلناز نے مامی کو تیکھی نظر سے دیکھ کر اسما کو مخاطب کیا تھا......

وہ لمحہ بھر کے لیے الجھ گئی...... کیا گلناز بے ارادہ ہی بات کر رہی تھی؟ یا بے پر کی اڑا رہی تھی جو اس کی فطرت کا خاصہ تھا؟ یا عادتاً مامی کو سنا رہی تھی کیونکہ مامی بھی اسے سنانے سے باز نہیں آتی تھیں۔

''میری نظر ہمیشہ دوسروں کی اچھی چیزوں پر رہتی ہے۔'' اس نے مزے سے چائے کی آخری چسکی بھری اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ مامی نے کھا جانے والی نگاہوں سے گلناز کو گھورا اور ساتھ ہی اپنی توپوں کا رخ اس کی طرف کر لیا۔

''تمہیں لور، لور گھومنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں......؟'' وہ تخت پر نشست سنبھال کر بیٹھ گئی تھیں جس کا مطلب تھا وہ ابھی گلناز کو جانے کی اجازت دینے والی نہیں تھیں۔ مامی نے گلناز کو چھیڑ کر بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال لیا تھا...... گلناز جو مامی کے منہ لگنے سے بچ کر چپکے سے نکل جانا چاہتی تھی، گہری سانس کھینچ کر دوبارہ اپنی جگہ پر آ بیٹھی۔ ادھار رکھنے کی تو وہ بھی کبھی قائل نہیں تھی۔

اسما اسے بیٹھتا دیکھ کر سر پکڑ کر رہ گئی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ابھی کچھ ہی دیر میں محاذ تیار ہو جائے گا۔ جنگ کا طبل بجے گا اور دونوں اطراف سے گولہ باری شروع ہو جائے گی۔

''لور، لور پھرنا میں نے پڑوسیوں سے سیکھا ہے۔'' گلناز نے اپنی ازلی دل جلانے والی مسکراہٹ کے ساتھ مامی کا دل بری طرح سے جلایا۔

''پڑوسیوں سے کچھ اچھا بھی سیکھ لیتیں۔'' انہوں نے بھی حساب برابر کیا۔

''سیکھا ہے ناں، دوسروں کی ٹوہ میں رہنا...... غیبتیں کرنا...... اور جھوٹی افواہیں اڑانا......'' گلناز نے گہرا کاٹ دار وار کیا تھا...... مامی جو تخت پہ نیم دراز ہو رہی تھیں، اٹھ کر لحموں میں بیٹھ گئیں۔

''یہ تم کسے سنا رہی ہو؟'' ان کے ماتھے پر بل آئے۔

''ان دیواروں کو...... فرنیچر کو...... آپ کے تخت کو......'' وہ جل بھن کر بولی تھی۔ ''ظاہر ہے آپ کو سنا رہی ہوں...... مطلب اسما کو۔'' اس نے فوراً اسما کا بھی اضافہ کر لیا تھا...... ورنہ مامی اسے چپل اٹھا کر مارنے کا پورا پورا ارادہ رکھتی تھیں۔

''تو کیا ہم جھوٹی افواہیں اڑاتے ہیں؟'' مامی

نے آنکھوں میں تیز لپک بھر کر کہا...... گلناز نے آرام سے کندھے اچکا دیے۔

''کالونی میں جو بات بھی پھیلائی جاتی ہے اس اسما کے توسط سے پھیلائی جاتی ہے...... اسما افواہیں پھیلانے میں مہارت رکھتی ہے...... اسے بھارتی ایجنسی ''را'' میں بھرتی کروادیں۔ کم از کم مجھ غریب کی تو جان چھوٹے گی۔'' گلناز نے مامی کو فارم میں آتا دیکھ بندوق اسما کے کندھے پر رکھ کر فائر کھولا تھا۔ وہی اس کی پرانی عادت...... منہ کسی اور کا رکھ کر مقابل بندے کو ساری تیکھی پھیکی سنا دینا...... دل کی بھڑاس نکال لینا۔

اسما جو اپنا نام لینے پر گلناز کو گھورنا چاہتی تھی اور اس کے منہ سے نکلنے والا تھا ''ارے...... میں کہاں؟'' گلناز کے اشارہ کرنے پر چپکی بیٹھی رہ گئی تھی۔

''جس شدت اور تیزی کے ساتھ مجھے کالونی میں بدنام کیا جا رہا ہے ناں...... میں بیانگِ دہل کہہ رہی ہوں، اپنی زبانوں کے آگے بلڈوزر نہ کھڑا کیا گیا تو اسما کی بچی تمہیں اٹھا کر بارڈر کے پار دوسری نگری میں پھینک آؤں گی۔'' گلناز نے دانت پیس کر مامی کی طرف دیکھتے ہوئے اسے سنایا تھا۔ اسما کے پیٹ میں ہنسی روکنے کے چکر میں گرہیں پڑ گئی تھیں اور مامی دانت کچکچاتی رہ گئیں۔

''اسما نے تمہارا کیا بگاڑا ہے اس نے تو کبھی نام تک نہیں لیا تمہارا...... جو منہ بھر، بھر کے باتیں کرتے ہیں ان کا ہی جا کر گریبان پکڑو۔'' مامی نے جیسے ہاتھ جھاڑے تھے۔

''ان کے گریبانوں تک بھی پہنچ جاؤں گی...... ابھی تو صرف زبان سے سمجھا رہی ہوں۔'' گلناز کے ارادے خاصے خطرناک تھے۔

''بی بی! ہمارا ناطقہ کیوں بند کر رکھا ہے...... ہمیں کیوں سناتی ہو۔'' مامی کی بیزاری عروج پر تھی۔ وہ تو گلناز کو منہ لگا کر پچھتائی تھیں۔

''جس طرف سے طوفان اٹھے بند تو وہیں پہ باندھتے ہیں ناں۔'' گلناز نے مرچیں چبا ڈالی تھیں۔ مامی کے تیور بدل گئے تھے۔

''مطلب......؟'' انہوں نے ناک پر انگلی رکھ کر پوچھا۔

''اس اسما کو سنبھالیں...... مجھ پر ہاتھ ذرا ''ہولا'' رکھے۔ جس دن میں نے اس کے پٹھے پر وزن ڈالا ناں تو اسے نانی یاد آ جائے گی۔'' گلناز نے اسما کی آڑ میں مامی اور اسما را کو در پردہ اچھی طرح سنا کر حساب برابر کیا تھا...... وہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتی رہ گئی تھیں۔

''لڑکی! تم ہمیں کیوں سنا رہی ہو۔ اہلِ محلہ کی زبان پکڑو...... ہم تو باہر سے سنتے ہیں، ہر کوئی تمہارا ریکارڈ لگاتا پھر رہا ہے۔'' مامی بھی کھل کر سامنے آ گئی تھیں۔

''محلے والے ایسے بے دید نہیں ہیں، کسی پر جھوٹے الزام رکھیں...... سب جانتی ہوں میں کون کیا کر رہا ہے۔ اللہ پوچھے گا سب کو۔'' گلناز نے زہر خند لہجے میں کہا۔

''تم ہمیں کس خوشی میں بد دعائیں دے رہی ہو؟'' مامی نے دانت پیس کر گلناز سے کہا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی تھی۔ پھر چپل پیروں میں اڑس کر بولی۔

''دکھے ہوئے دل خود بخود دعاؤں کی رہگزر بن جاتے ہیں...... اس کے لیے زبان ہلانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔'' گلناز نے دو لفظوں میں بڑی گہری بات کر دی تھی...... اس کی سنجیدگی نے اسما کو بھی چونکا دیا تھا۔ اسے بڑا ہی افسوس ہوا۔ اگر مامی نے گلناز کے خلاف غلط باتیں پھیلائی تھیں تو یہ بہت برا کیا تھا...... کم از کم اسما نے آج تک گلناز کی ایسی ویسی کوئی بات نہیں سنی تھی۔ گو کہ وہ بہت شریر تھی...... منہ پھٹ بھی مگر کریکٹر لیس ہرگز نہیں تھی۔ اسما کا دل نہیں مانتا تھا۔ پھر مامی کو تو ٹوہ لینے کی عادت تھی۔ اور وہ رائی کا پہاڑ بنانے میں بھی خاصی مہارت رکھتی تھیں۔ کیا خبر، مامی کو غلط فہمی ہوئی ہو...... اور انہوں نے بغیر تصدیق کے عادتاً بات آگے پھیلا دی ہو۔ اسما ابھی انہی باتوں پر غور و فکر کر رہی تھی جب مامی، گلناز کے اٹھتے ہی لپک کر اس کے قریب آ گئیں...... اسما جو اپنے ہی خیالوں میں تھی لمحہ بھر کے لیے چونک گئی...... مامی کے لہجے میں دبا دبا

جوش تھا...... اور وہ اسما کو کوئی ''گپ'' سنانے والی تھیں۔ اسما کے خیال میں یہی تھا......اب وہ گلناز کا کوئی اور خفیہ کارنامہ بتائیں گی۔

لیکن مامی نے اس کے گھٹنے پر دباؤ ڈال کر بڑی عجیب بات کہی تھی۔ اسما پوری جان سے ان کی طرف متوجہ ہوگئی۔

''سن لیا تم نے...... کیسے منہ پر سب کچھ سنا گئی ہے...... اس کو کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے...... اپنے گریبان میں نہیں جھانکتی سارا محلّہ تھو تھو کر رہا ہے...... خیر، چھوڑو اس بات کو...... دفع کرو تم نے اس کی باتیں سن لی ناں...... اس کے ارادے ٹھیک نہیں۔'' مامی کے ہاتھ کا دباؤ بڑھنے کے ساتھ، ساتھ زبان کا دباؤ بھی بڑھ رہا تھا۔ وہ ناسمجھی کے عالم میں مامی کو دیکھتی رہ گئی تھی۔

''کیا مطلب......؟'' اس کی آنکھوں میں الجھن تھی۔

''ارے...... مطلب صاف ظاہر ہے، تمہیں کیا بکواس سنا کر گئی ہے؟ جانے تمہارا دھیان کہاں ہوتا ہے؟'' انہیں اس کے ہونق پن پر غصہ آ گیا تھا۔

''میں سمجھی نہیں......'' اسما واقعی نہیں سمجھی تھی۔

''گدھی ہو تم بھی...... جانے اتنا پڑھ کیسے لیا......؟ انسانوں کو پڑھنا نہ آیا...... یہ گلناز، عاشر پر اتنے سالوں سے ڈورے ڈال رہی تھی۔ جب عاشر نے منہ نہ لگایا تو پھر کالونی میں اپنی عادت پوری کرنے لگی...... اب دیکھ لینا...... ہادی پر نظر رکھ لی ہے اس نے...... اور تمہیں منہ پر جتا بھی گئی ہے...... اس لڑکی کی دیدہ دلیری تو دیکھو......'' مامی نے اپنی بات پوری کر کے اسما کے متغیر چہرے کی طرف دیکھا تھا۔

''آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟'' بہت دیر بعد اسما کچھ بولنے کے قابل ہو سکی تھی۔

''اسما! تم میں ذرا بھی ہوشیاری نہیں...... اپنی سادگی میں ہر کسی پر اعتبار کر لیتی ہو۔ اس گلناز سے بچ کر رہو...... بہت چالاک ہے یہ......'' مامی کا انداز دھیما اور کٹیلا ہو گیا تھا۔

''مامی! گلناز ایسی نہیں......'' اس نے لب بھینچ لیے تھے۔

''وہ کیسی ہے...... مجھے سب پتا ہے، تم نہ سمجھنا...... کیا بھول گئی ہو گلناز کی عاشقی ہمارے عاشر کے لیے...... کیسے جان دیتی تھی عاشر پہ...... مرنے پر اترائی تھی۔ بھول چکی ہو...... سب کچھ؟'' مامی نے اسے ...... کیا کچھ یاد دلانے کی کوشش کرنی چاہی...... وہ لمحہ بھر کے لیے چپ کر گئی...... یاد تو اسے بھی بہت کچھ آ گیا تھا...... اور ساتھ دل میں عجیب سا وہم بھی ابھر آیا...... گلناز کی بازگشت اس کے کانوں میں اب تک سنائی دے رہی تھی۔

''تم جتنے مرضی بند باندھ لو...... میں تمہارا ہیرو لے اڑوں گی۔'' اسما کے دل میں ڈھیروں بے چینیاں چیونٹیوں کے مانند رینگنے لگی تھیں۔ وہ چاہ کر بھی اس احساس سے پیچھا نہ چھڑا سکی۔

☆☆☆

اسما کے ساتھ ایک عجیب مسئلہ تھا...... وہ جتنا ہاسٹل میں پڑھ کر آتی بس وہی غنیمت ہوتا...... گھر آنے کے بعد اسے بہ مشکل ہی نوٹس اٹھانے کا وقت ملتا تھا...... مامی اسے دیکھ کر یا تو کمر درد اور گھٹنوں کا درد لے کر بے حال ہو جاتی تھیں یا پھر رشتے داروں کے گھروں میں راؤنڈ لینے نکل پڑتیں...... اسما کے گھر آتے ہی انہیں یاد آ جاتا کہ فلاں کے گھر بچے کی ولادت پہ مبارک باد دینی ہے۔ فلاں کا عقیقہ ہے...... فلاں کے گھر تعزیت کرنے جانا ہے...... وغیرہ، وغیرہ...... ان کا گھر میں ٹکنا پھر محال ہو جاتا تھا۔

اسما پر خود بخود گھر کی ذمے داری آ جاتی تھی...... ویسے بھی ہر پندرہ دن بعد عاشر، اسما کو لے آتا کیونکہ اسما ہی آ کر بابا، عاشر اور ماموں کے ڈھیر لگے کپڑوں کو دھوتی۔ عاشر کے کپڑوں کو کلف لگاتی۔ ان سب کے کپڑوں کو استری کرتی...... اسما کی غیر موجودگی میں مجبوراً عاشر کو لانڈرنگ بھی کروانا پڑتی تھی...... لیکن اس کی نوبت کم، کم ہی آتی...... اسما ہر پندرہ دن کے بعد گھر

آجاتی اور یہ سب کام انجام دیتی۔ مامی سے اب حقیقتاً اتنا کام نہیں ہوتا تھا...... پھر ماموں معذور تھے......وہ ان کو سنبھالتی تھیں اور یہی ان کا بڑا کام بھی تھا۔

اسمارا کو کہنا سننا فضول تھا۔ وہ بڑی موڈی لڑکی تھی دل کرتا تو کام کرتی ورنہ اس کی بلا سے...... مامی خود بھی اسمارا پر ذمّے داری ڈالنے کے حق میں نہیں تھی۔ اور بابا ویسے بھی گھریلو معاملات سے الگ رہتے تھے۔

ان دنوں چھٹیوں کے بعد اس کے امتحانات بھی تھے لیکن اسے پڑھنے کا ذرا وقت نہیں مل رہا تھا۔ رات کو بھی آندھی وطوفان کے ایسے جھکڑ چلے کہ پورا گھر دھول مٹی میں اٹ گیا تھا۔ گو کہ بارش نہیں ہوئی تھی تاہم تیز ہوا اور مٹی کی وجہ سے زیادہ گندگی اور کوڑا پھیلا ہوا تھا۔ صبح وہ ناشتے کے بعد صفائی میں جت گئی تھی۔ کمرے اور لاؤنج صاف کر کے جیسے ہی اس نے صحن میں پائپ لگایا تھا۔ اسی پل دیوار سے گلناز نے جھانکا...... اسما کو کام کرتے دیکھ کر اس کی رگِ شرارت پھڑک اٹھی۔

''اسما! مہینے بھر کی گندگی نکال جایا کرو...... تمہارے بعد یہاں پر کوئی جھاڑو پکڑنے کا بھی روادار نہیں...... صحن گلے سڑے پھلوں سے بھر جاتا ہے۔ کبھی کسی کو توفیق نہیں ہوتی کہ صفائی کر دے۔'' گلناز کی آواز پر اسما نے گردن اونچی کر کے دیوار کی طرف دیکھا تھا۔ وہ شیطان کی آنت کی طرح لٹک رہی تھی۔

''اسمی نے تو قسم کھا رکھی ہے...... ہل کر پانی بھی نہیں پینا......'' اس نے مزید ارشاد جاری کیا۔

''جب ذمّے داری پڑے گی تو کر لے گی۔ ابھی اسے کرنے والے نظر جو آتے ہیں۔'' اسما کا انداز بے پروا تھا۔ اس نے پائپ لگا کر چھپاک، چھپاک فرش دھونا شروع کیا۔

''مجھے تو اگلے دس سالوں میں بھی ایسے آثار نظر نہیں آتے......'' گلناز دیوار سے لٹکتی ہوئی نیچے اتر آئی تھی۔

''لکھوالو مجھ سے...... یہی حالات رہے تو امی صاحبہ اُدھر کوئٹہ میں بھی تمہیں چین نہیں لینے دیں گی۔

فون کھڑکا، کھڑکا کر یہ دونوں تمہیں بلایا کریں گے تاکہ تم عاشر کے سال بھر کے کپڑے استری کر جاؤ...... اور گندے کپڑوں کی گانٹھ بھر کے ساتھ لے جاؤ...... وہیں سے دھو، دھو کر پریس کرنا اور پارسل کر دینا۔'' وہ ہنستے ہوئے نان اسٹاپ شروع تھی۔ اسما نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

''اب ایسی بھی بات نہیں...... عاشر کے کام تو امی ضرور کرے گی۔''

''خوش فہمی ہے تمہاری...... امی سے امید مت رکھنا۔'' گلناز نے آگے بڑھ کر اس سے جھاڑو اور پائپ جھپٹ لیا تھا۔

''رہنے دو، میں کر لیتی ہوں۔'' اسما نے نرمی سے کہا۔ ''تم اپنے گھر کا سارا کام خود کرتی ہو، تھک چکی ہو گی۔''

''میں نہیں تھکتی...... تم وائپر لگاؤ پیچھے سے...... دیکھو تو دھوپ چڑھتی جا رہی ہے۔'' گلناز نے پائپ اور جھاڑو پکڑتے ہی منٹوں میں لپک جھپک صحن دھوڈالا تھا...... وہ بڑی پھرتیلی لڑکی تھی۔ جتنی زبان چلتی تھی، اتنے ہاتھ بھی چلتے تھے۔ خاصی صفائی پسند بھی تھی، کوکنگ بھی لاجواب کرتی، کپڑوں کی سلائی تک کر لیتی تھی۔ ہر فن مولا سمجھی جاتی تھی۔ اسما نے سر ہلا کر وائپر لگانا شروع کیا تھا۔

''ویسے کبھی، کبھی میں سوچتی ہوں، امی میں ذرا بھی احساسِ ذمے داری نہیں۔ یہ گھر کیسے چلے گا۔ مامی خود تو کام چور تھیں...... امی کو بھی ایسا بنا دیا۔''

''امی کو تمہاری مامی نے نہیں ایسا بنایا۔ وہ قدرتی طور پر اپنی ماں پہ گئی ہے۔ جینز کا اثر ہوتا ہے یار!'' وہ گملوں میں پانی ڈالنے لگی۔ پودوں کو پانی کی پھوار سے دھویا تو ان میں جان پڑ گئی تھی۔ جانے کب سے سوکھ رہے تھے۔

''اور ایک بات کہوں؟ برا مت ماننا......'' وہ پسینے سے تربتر لال انگارہ چہرے پر ہاتھ مار کر بولی۔ اس کی سرخ و سفید رنگت تربوز کی طرح لال ہو رہی تھی۔

''ہاں بولو......'' اسما نے امرود کے پودے سے کچے، کچے امرود توڑ لیے...... پک کر گر جاتے تب بھی کسی نے کہاں اتارنے تھے۔

''امی خود بھی نکمی ہے لیکن تمہاری مامی اور عاشر نے اسے جان بوجھ کر نکما کر دیا۔ عاشر کو اب نہیں...... شادی کے بعد احساس ہو گا۔'' اسما کا اچھالا ہوا امرود کیچ کرتی وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی...... اس نے سر ہلا کر اس کی بات کو تسلیم کیا۔

''اب دیکھو ناں...... بجائے امی کو سمجھانے یا احساس دلانے کے، اسے گھر کے کاموں کی طرف توجہ دلانے کے عاشر فون کھڑکاتا ہے یا تمہیں ہاسٹل سے لے کر آتا ہے...... یہ کوئی مسئلے کا حل تو نہ ہوا......؟'' گلناز نے کچے امرود کو کچر، کچر کھاتے ہوئے کہا تھا...... اسما گہری سانس کھینچ کر رہ گئی تھی۔

''امی اپنی اداؤں اور دل لگی سے ہی عاشر کو فرحت بخشتی رہے گی۔ وہ اسے دیکھ، دیکھ کر ہی شاد ہوتا رہے گا۔ گھر کی طرف توجہ کس کافر کی جائے گی۔'' اسما نے ہنس کر اس کی کھری، کھری باتوں کو ٹال دیا تھا۔ وہ کئی مرتبہ اس مسئلے پر سوچ چکی تھی۔ چلو، مامی، ماموں تو اسارا کے ماں باپ تھے۔ وہ اس کی بے پروائیوں پر پردہ ڈال لیتے تھے پھر ماموں کا خیال رکھنے کے لیے مامی تھیں۔ اصل مسئلہ تو بابا کا تھا...... ان کا خیال کون رکھتا......؟ عاشر نے تو امی کے حسن سے ہی پیٹ بھر لینا تھا۔ لیکن بابا کہاں جاتے؟ اس نے سوچ کر پکا ارادہ کر لیا تھا۔ وہ عاشر سے اس معاملے پہ ضرور بات کرے گی۔

''اچھا...... چھوڑو ان باتوں کو یہ بتاؤ تمہارے رشتے کی جہاں بات چل رہی تھی کیا بنا وہاں......؟'' اسما نے اسے امی کے موضوع سے ہٹا لیا تھا۔ گلناز کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔

''جانے دو...... کوئی اور بات کرتے ہیں......'' گلناز کا موڈ آف ہو گیا تھا...... اس نے پائپ لپیٹ دیا۔ جھاڑو ٹھکانے پر رکھا۔

''مجھے بھی نہیں بتاؤ گی؟'' اسما وائپر لگا کر

برآمدے کی سیڑھیوں پر آبیٹھی تھی۔ گلناز کیاریوں میں گھس کر پودوں میں تانکا جھانکی کرنے لگی۔

''وہاں سے بات ختم ہوگئی ہے یارا......'' وہ ہری مرچ کے پودے پر لگی ڈھیروں تازہ مرچیں اتار کر اپنے دوپٹے کے پلو میں رکھ رہی تھی۔ بازار میں مرچوں کا بھاؤ سونے کے بھاؤ جتنا تھا اور یہاں پر کسی کو قدر نہیں تھی۔ گلناز کو افسوس ہوا۔

''کیوں......؟'' اسما نے تفکر بھرے لہجے میں پوچھا۔

''ارے کیوں کا کیا سوال ہے؟ ایک میرے ابا کمانے والے مکان کرائے کا...... سفید پوشی سے ڈھکا چھپا بھرم ٹوٹ گیا۔ جب انہوں نے لاکھوں کے جہیز کی ڈیمانڈ کی تھی۔'' وہ بے پروائی سے بتا رہی تھی۔ اس کا سارا دھیان ہری مرچوں کی طرف تھا۔ اسما کا دل بھی برا ہوا۔ آخر گلناز میں کیا کمی تھی۔ ایم اے تعلیم، سگھڑ، سلیقہ مند اور گوری چٹی خوب صورت...... لوگوں کا معیار کہاں تک آپہنچا تھا۔ لالچی نہ ہوں تو......

''اچھا ہوا جان چھوٹ گئی تمہاری۔'' اسما نے ہمدردی جتائی تھی۔ ''اتنے لالچی لوگ تھے۔ بعد میں نہ جانے کیا، کیا کرتے؟''

''جان کہاں چھوٹی ہے؟'' گلناز نے ٹھنڈی آہ بھری تھی۔ ''گو کہ لالچی تھے مگر اماں ابا کی پریشانی تو ختم ہو جاتی۔'' اسما کو واضح طور پر لگا تھا اس کی آواز بھرا رہی ہے۔

''اماں رشتے کروانے والی کٹنیوں کو اپنی ساری کمیٹی کی رقم ٹھنسوا چکی ہیں۔ مگر ہاتھ کچھ نہیں آیا۔ لالچی تھے لیکن چل ہی جاتے...... اماں، ابا کا بوجھ تو کم ہوتا......'' گلناز نے بڑے سفاکانہ انداز میں کہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا اس نے دوپٹے کے پلو میں باندھی ساری ہری مرچیں خود نگل لی ہیں۔

''اور تمہاری زندگی چاہے پوری کی پوری خراب ہو جاتی۔'' اسما نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

''تو کیا ہوتا؟ یہاں بھی بڑی سنور رہی ہے۔ اماں کو مجھے دیکھ دیکھ کر ہول اٹھتے ہیں۔'' گلناز نے تلخی سے سر جھٹکا۔

''اللہ بہتر کرے گا۔'' اسما اس کے علاوہ کیا کہہ سکتی تھی۔

''بہتری کی امید پہ تو زندہ ہوں۔'' گلناز نے ساری مرچیں اتار کر اکھٹی کر لی تھیں۔ غالباً اچار ڈالنے کا ارادہ تھا۔ وہ ہر دفعہ اسما کی لگائی سبزیوں میں سے اپنا حصہ اڑا لیتی تھی کیونکہ اسما کی غیر موجودگی میں پپو کو بھیج کر پودوں کو پانی بھی گلناز ہی لگواتی تھی۔

''ویسے ایک بات کہوں......؟'' وہ یاسیت کے راؤنڈ کو پورا کر چکی تھی۔ اب دوبارہ سے اپنی جون میں لوٹ رہی تھی۔

''ہاں کہو......'' اسما نے سر جھٹک کر کہا...... گلناز اب لیموں کے پودے کا ایکسرے کر رہی تھی۔ گول، گول لیموں اس کی توجہ اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔

''تم بہت خوش قسمت ہو اسما۔'' اس نے کانٹوں سے بچتے بچاتے لیموں اتارنے شروع کر دیے تھے۔

''وہ کیسے......؟'' اسما چونکی۔

''تمہیں اتنے اچھے لوگ ملے...... تمہارے سسر کی بات کر رہی ہوں۔ وہ بہت اچھے انسان ہیں، جتنی مرتبہ وہ تمہاری غیر موجودگی میں آئے انہیں میں نے ہی چائے بنا کر دی تھی...... انکل مجھے بلوا لیتے تھے...... غالباً دو یا تین مرتبہ جب امی اور آنٹی گھر پر نہیں تھیں......'' گلناز کے بتانے پر اسما نے سر ہلا دیا۔ اپنے سسر کی تعریف اسے اچھی لگی تھی۔

''اور ان کا بیٹا بھی بہت اچھا ہے......'' گلناز نے مزید کہا تھا اب کہ اسما کی ساری بے نیازی ہوا ہوگئی تھی۔

''ان کے بیٹے کو تم نے کہاں دیکھا ہے؟'' اسما کا رنگ فق ہو چکا تھا۔

''دیکھا نہیں...... سنا ہے، انکل بتا رہے تھے۔ اپنے بیٹے کی اتنی تعریف کر رہے تھے۔ وہ بہت اچھا ہے۔ بہت نیک ہے۔ بڑا فرمانبردار ہے۔'' گلناز نے ہنس کر بتایا تھا۔ وہ لیموں کا ڈھیر اتار چکی تھی۔ اب

دوپٹے میں لپیٹ رہی تھی۔
''اچھا......'' اس نے گہری سانس خارج کی...... ہادی کی تعریف پہ اس کی اٹکی سانسیں بحال ہوگئی تھیں۔
''تم نے کبھی فون پر بات کی اس سے؟'' گلناز کو اچانک خیال آیا۔
''نہیں تو......'' اسما نے نفی میں سر ہلایا۔
''تو کر لیتی ناں......؟ اب تو سارے لوگ کرتے ہیں...... انڈر اسٹینڈنگ ہوجاتی ہے۔ ہادی بھی خوش ہوتا۔ نمبر نہیں ہے تمہارے پاس؟'' گلناز نے مسکرا کر پوچھا۔
''عاشر کے پاس ہے۔'' اسما نے بتایا۔
''اس کے پاس انڈے دے رہا ہے...... نمبر لو عاشر سے۔'' گلناز نے اسے ڈپٹا تھا۔ اسما نفی میں سر ہلانے لگی۔ وہ خود سے اتنا چیپ کام کیسے کرتی؟ اس کی جھجک اور وقار ایسی حرکت کے متحمل نہیں ہوسکتے تھے۔ گلناز مسلسل بضد تھی۔
''میں اتنا غیر مناسب کام نہیں کرسکتی......'' اسما نے دوٹوک انداز میں جواب دیا۔ حد تھی وہ کیوں پہل کرتی؟ جبکہ ہادی کی طرف سے ایسی کوئی ڈیمانڈ یا خواہش کا اظہار نہیں کیا گیا تھا۔
''تم بس رہنا انیس سو بیس میں ہی...... لوگ کہاں کے کہاں پہنچ گئے۔ ارے یار! وہ جھجکتا ہوگا، تم پہل کرلو...... بیچارہ خوش ہوجائے گا۔'' گلناز نے اسے اکسایا تھا۔
''میں نے اسے خوش کرنے کا ٹھیکا نہیں لے رکھا۔ جیسے مرضی خوش رہے......'' اسما ایک انچ بھی نہ ہلی تھی۔ وہ شادی سے پہلے کے میل جول یا ٹیلی فونک رابطے کو ناپسند نہیں کرتی تھی، بابا اور عاشر کی طرف سے بھی کوئی پابندی نہیں تھی لیکن جب ہادی نے ایسی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی تھی تو پھر اسما کیوں پہل کر کے اپنا آپ گراتی۔
''تم اتنا اور وقار کا طبل بجاتی رہنا...... اور جانے کیا کچھ ہوتا رہے...... اینی وے، یہ ساری مرچیں اور لیموں میرے منتظر تھے۔ جب اچار تیار ہوگا تو تمہارا حصہ نکال دوں گی...... ابھی چلتی ہوں، ہانڈی چڑھانی ہے، میری آفر پہ غور کرنا......'' گلناز کے احمقانہ مشورے پر اس کا عمل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا...... وہ کتنی ہی دیر گلناز کو کوستی رہی...... حد تھی بھلا...... اسے کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ہادی کی نگاہ میں اپنا وقار گرانے کی...... وہ بھی کیا سوچے گا کہ کیسی بے شرم اور اتاؤلی لڑکی ہے۔ مری جارہی تھی اس سے بات کرنے کو...... نہیں، نہیں...... ہرگز نہیں...... اس نے مستحکم انداز میں سوچا پھر ہانڈی پکانے کے لیے سبزی کاٹنے لگی لیکن اس کا دھیان ہادی کی طرف محو پرواز تھا۔ اس نے بھی تو اسما سے ملنے، دیکھنے یا بات کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ کیا وہ اسما کے ساتھ رشتے پہ خوش تھا؟ یہ گلناز کی بچی اس کا ذہن کہاں پہ الجھا گئی تھی۔
اسما کے دل سے یہ بات نکل ہی نہیں سکی...... حالانکہ بابا نے کہا بھی تھا۔ اسما اگر ہادی سے ملنا چاہے...... اور یقیناً بابا سے عاشر نے یہ بات کی ہوگی۔ اس کے بابا اور بھائی خاصے روشن خیال تھے۔ اور وہ چاہتے تھے کہ اسما اپنا شرعی حق استعمال کرلے...... لیکن اسما کو اپنے بابا پہ پورا بھروسا تھا۔ اس نے سب کچھ ان دونوں پر چھوڑ دیا...... لیکن وہ ہادی کی طرف سے دل میں اٹھتے وہم کو نکال نہیں سکی تھی۔ ہادی نے بھی تو اس سے ملنے یا دیکھنے کی کسی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا؟ کیا واقعی ہادی اس رشتے پر خوش تھا؟

☆☆☆

وہ اپنی ہی جھونک میں گیٹ سے باہر نکلی تو اندر آتے عاشر سے بری طرح ٹکرا گئی اور اس ٹکراؤ کے نتیجے میں گلناز کی ساری پوٹلی کھل کر بکھر گئی تھی۔ ہری مرچیں اور لیموں جابجا لڑھکتے ہوئے دور، دور تک چلے گئے تھے۔ اور گلناز کی بارے وحشت کے آنکھیں بھی دور تلک ہی پھیلتی چلی گئی تھیں۔
''اندھی ہوگیا؟ دکھائی نہیں دیتا......؟ بے تھے

بیل کی طرح ٹکراتی پھر رہی ہو۔'' عاشر اس ٹاکرے سے سنبھل کر ایک دم گلناز پر چڑھائی کرتے ہوئے بولا، وہ ناک بھوں چڑھا کر اسے بری طرح سے گھور رہا تھا..... گلناز سنبھل کر سیدھی ہوئی پھر مارے غصے کے تپ اٹھی۔

''تم خود کسی خوفناک سانڈ کی طرح پھنکارتے آرہے تھے..... کیا آنکھوں کی بتی گل ہے یا دماغ کی.....؟''

''تم نے مجھے سانڈ کہا؟'' عاشر مارے صدمے کے گرنے ہی لگا۔ ''خود کیا ہو تم؟ شمال جنوب میں پھیلی ہوئی..... بھوری آنکھوں والی بلی..... آٹے کی بوری.....'' اس نے صدمے سے سنبھل کر حساب برابر کر دیا تھا۔ ''اور تم ہمارے گھر کی ٹوہ میں رہنا چھوڑ دو..... کیا تانکا جھانکی سے فرصت نہیں۔''

''میں کیوں تانکوں گی..... ہر وقت روٹیاں اٹھائے آتے جاتے دکھائی دیتے ہو۔'' گلناز نے دانت پیسے تھے۔

''تم مجھے دیکھنے کے علاوہ بھی کوئی اور کام کرلیا کرو.....'' عاشر نے اسے اور بھی چڑایا تھا۔

''ایسے ہی حسن کے دیوتا ہو ناں..... مجھے کیا ضرورت پڑی ہے تمہیں دیکھنے کی۔'' اس نے چبا، چبا کر کہا۔

''ایسی غلطی بھی نہ کرنا..... امی تمہارا کچومر کردے گی.....'' عاشر نے اسے تپایا، گلناز تو مارے غصے کے پھڑ پھڑانے لگی۔

''امی کچومر اپنا بنائے یا تمہارا..... مجھ تک آنے کی ضرورت نہیں..... ویسے بھی امی کو کھانا پکانا تو آتا نہیں..... انڈے وہ ابال نہیں سکتی۔ کچومر کیا خاک بنائے گی..... البتہ بے وقوف ضرور بنا سکتی ہے۔'' گلناز نے ایک ہی راؤنڈ میں سارے پوائنٹ برابر کردیے تھے۔ لیکن وہ عاشر ہی کیا جو منہ کی کھا کر لاجواب ہوجائے۔

''امی کو ضرورت کیا ہے بھلا؟''

''ہاں، تم جو ہو..... باورچی بھی بن سکتے ہو۔'' گلناز نے اسے چڑایا۔

''تمہیں بائی داوے ہمارے غم میں گھلنے کی کیا ضرورت پڑی ہے؟'' عاشر نے گہرے طنزیہ انداز میں پوچھا تو گلناز پہلی مرتبہ قدرے گڑبڑائی تھی۔

''میں تو ایسے ہی تمہیں مشورہ دے رہی تھی..... تاکہ اپنے فیوچر کا پلان ابھی سے ترتیب دے لو..... ہوٹل وغیرہ سلیکٹ کرلو ظاہر ہے کرنا کرانا تو اس نے کچھ ہے نہیں۔''

''تم اپنے مشورے اپنے پاس ہی رکھو۔'' عاشر نے بھنا کر جتایا۔

''نہیں تو نہ سہی..... میں تو تمہارے بھلے کے لیے کہہ رہی تھی۔'' گلناز نے کندھے اچکائے تھے۔

''اپنا ''بھلا'' بھی اپنے پاس ہی رکھو، مجھے ضرورت نہیں۔'' وہ تنک اٹھا تھا۔ گلناز کے ہونٹوں پہ معنی خیز مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔

''کیا پتا ضرورت پڑ جائے.....'' وہ اسے جان بوجھ کر تلملانے پر مجبور کررہی تھی۔

''اگر پڑی بھی تو تم سے مدد لینے نہیں آؤں گا۔'' عاشر نے جان چھڑائی تھی۔

''اپنی بات پر قائم رہنا۔'' گلناز نے دھمکا کر کہا تھا۔

''میں قائم ہوں..... تم اپنی فکر کرو..... خواہ مخواہ خدمتِ خلق کے بہانے بیچ میں کودنہ پڑنا..... ویسے بھی تمہیں بہانے، بہانے سے میرے گرد منڈلانے کا شوق ہے۔'' عاشر نے مسکراہٹ نگل کر اس کے لال بھبوکا چہرے کی طرف دیکھا..... وہ اپنی بلی جیسی آنکھوں سے اسے گھور رہی تھی.....اور پھر جیسے پھٹ ہی پڑی۔

''ایسے ہی تم شہد کی مکھیوں کے چھتے ہو ناں..... تمہارے وجود سے شہد بہتا ہے ہونہہ، بڑی خوش فہمی ہے تمہیں اپنے بارے میں۔''

''اس بات کا احساس تم نے ہی مجھے دلایا ہے۔ میرے فراق میں آہیں بھر، بھر کے.....اور میرے گرد پھیرے لگا، لگا کر.....'' عاشر نے اس کی سابقہ.....

بے وقوفیوں اور بے تابیوں کا ذکر چھیڑا تو گلناز کا مارے خفت کے چہرہ لال پڑ گیا تھا۔ یہ اس کی زندگی کا کمزور ترین پہلو تھا...... اس کی نادانی میں اتری محبت، اوائل عمر کی غلطیاں، کچی پکی عمر کی الفتیں جو اپنی نادانی اور بے وقوفی میں اس نے پورے جہان میں خود ہی نشر کردی تھیں۔ اور جب، جب گلناز کو وہ سب یاد آتا...... اس پر گھڑوں پانی پڑ جاتا۔ انسان اپنی کم عقلی اور نادانی میں کیا کچھ نہیں کر دیتا...... جس پر بعد میں پچھتانا پڑتا ہے اور گلناز کو بھی اپنی کھیل کھیل کی محبت ایک پچھتاوے کے مانند ڈستی تھی۔

''وہ تو میں کالج کے ڈرامے کی ریہرسل کرتی تھی۔'' گلناز نے بہت دیر بعد خود پر قابو پا کر عاشر کو خوش فہمیوں کے ہنڈولے سے گرایا۔ اسے اپنے اوپر قابو پانا آتا تھا اور تن کے مقابلہ کرنا بھی آتا تھا۔ عاشر چاہے جتنی دفعہ ملنے پر اسے پرانی باتیں دُہرا دُہرا کر شرمندہ کرتا...... گلناز ڈٹ کے بھرپور حاضر جوابی کا مظاہرہ کرتی۔

عاشر ابھی کے ابھی گلناز کی بے نیازی میں لپٹے سفید جھوٹ پر بے ہوش ہونے لگا۔

''گلو...... کی بچی......! اب اتنا بڑا جھوٹ مت بولو...... جس پر یقین کرنے کے لیے دریائے ہڈسن میں ڈوبنا پڑے۔''

''تا کہ لاش بھی نہ مل سکے۔'' گلناز نے ٹکڑا لگایا تھا۔

''تمہاری......'' عاشر مسکرایا۔

''چلو میری ہی سہی...... تم تو خوش ہو جاؤ گے۔'' گلناز کے لہجے پہ لمحہ بھر کے لیے یاسیت چھا گئی تھی۔ جس پر اس نے فوراً قابو پالیا تھا کہ خود کو گرانا اب اسے گوارا نہیں تھا۔

''راستے سے 'بلڈوزر' جو ہٹے گا میں کیوں ناں جشن مناؤں گا۔'' عاشر بے پروائی سے مسکرایا۔ گلناز کے دل میں ایک ساتھ کئی کانٹے چبھ گئے تھے...... اس کے چہرے کی رنگت بھی متغیر ہوگئی تھی۔ جس پر اس نے مشکل سے ہی سہی مگر قابو پالیا تھا۔

''میں کب تمہارے رستے میں کھڑی ہوں...... میں تو ایک طرف کھڑی ہوں......'' اس کی آواز میں ٹوٹے کانچ چیخ رہے تھے۔ عاشر ساری چونچالی بھول کر گڑبڑا سا گیا...... پھر اسے کوئی بات اور نہ سوجھی تو نیچے بکھری ہری مرچیں اور لیموں دیکھ کر گلناز پر چڑھ دوڑا...... شاید ماحول پر چھائی کثافت کے اثر کو مٹانا چاہتا تھا یا پھر گلناز کو اس یاسیت سے نکالنا مقصود تھا۔

''چورنی؟ تم نے ہماری کیاریوں پر حملہ کیا ہے؟ تبھی چوروں کی طرح اندھا دھند بھاگ رہی تھیں۔ تا کہ تم مامی کے ہاتھوں پکڑی نہ جاؤ......'' عاشر نے کچھ ہی دیر بعد گلناز کو پھر سے پنجے تیز کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

''چور ہو گے تم یا تمہارے ہوتے سوتے...... خبردار مجھے چورنی کہا تو...... پودوں پر لگی نعمتیں اور رزق ایسے ہی گل سڑ رہا تھا...... اور ہمیشہ سے گلتا سڑتا ہی ہے اگر اسے نہ دیکھے تو...... میں ہر دفعہ لیموں، مرچیں اتارتی ہوں۔ اچار ڈالتی ہوں تو آدھا حصہ تمہارے پیٹ میں اترتا ہے۔ جو صبح، صبح نگل کر یونیورسٹی جاتے ہو...... اگر آم اتاروں تو مربہ ڈالتی ہوں...... اس میں بھی آدھا مربہ تمہاری سڑیل مامی کے ہاتھوں میں دے کر آتی ہوں...... خود سے تو کبھی انہیں توفیق نہیں ہوتی...... اور تم ہر چیز کھا ڈکار کر باتیں بھی سنانے سے باز نہیں آتے۔'' وہ تن فن کرتی زمین پر بیٹھ کر لیموں اور مرچیں اکٹھی کرنے لگی۔ عاشر بھی جھک کر دوزانو بیٹھ گیا تھا پھر اس نے گلناز کی لیموں، مرچیں اٹھانے میں پوری مدد کی تھی جب وہ اپنی پوٹلی بنا کر اٹھی تو عاشر نے بے ساختہ کہا۔

''سوری ناں......'' وہ منہ بسور کر کہہ رہا تھا۔ گلناز کے آگے بڑھتے قدم رک گئے تھے۔ یہ سوری خاصا غیر متوقع لفظ تھا۔ عاشر اور سوری کہے......؟ حیرت کی بات تھی۔ اس نے تو اچھے، اچھے وقتوں میں سوری نہیں کیا تھا...... جب اس کا سوری بنتا بھی تھا، گلناز کی نادانیوں میں کہے لفظوں کا جب اس نے ریکارڈ لگا دیا تھا۔ اس کی محبت کے اشتہار لگا دیے تھے۔

یوں اس کی مامی تک بات پہنچی تو گویا گل کھلے، محلے میں چرچے رہے لیے گئے تھے۔ امی ابا تک شرمسار پھرتے رہے اور گلناز سے نظریں اٹھانا محال ہو گیا۔ وہ بھی کیا ہی دن تھے۔ گلناز ان دنوں کو سوچنا ہی نہیں چاہتی تھی جو گزر گیا سو گزر گیا تھا۔ تب عاشر بھی میچور نہیں تھا۔ اس نے بھی غیر سنجیدگی کا ثبوت دیا تھا کیونکہ اس میں تب اتنی سمجھ بوجھ نہیں تھی۔

اور اب سوری کا کیا مطلب تھا؟

یہ سوری ابھی ابھی کہے گئے لفظوں پہ کیا جا رہا تھا؟ یا پھر سابقہ غلطیوں کے ازالے کی وجہ ہے؟ گلناز الجھ کر اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

"یہ سوری کس لیے......؟" اس نے اپنی حیرانی پر قابو پا کر بے ساختہ پوچھا تھا۔

عاشر کچھ دیر تک اس کا دھوپ کی تمازت سے سرخ تربوز جیسا چہرہ دیکھتا رہا۔ پھر اس نے بڑی نرمی اور ملائمت سے سر جھکا کر کہا۔

"ہر اس غلطی کے لیے...... اور ہر اس بات کے لیے جس نے تمہارا دل دکھایا ہے۔" وہ اپنے الفاظ کہہ کر رکا نہیں تیزی سے اندر چلا گیا تھا۔ جبکہ گلناز حیرت کا مجسمہ بن کر ساکت کھڑی رہ گئی تھی۔

یہ دن بڑے سست رفتار اور گرم تھے جب فضا حبس سے بھر گئی تھی اور ہوا چلنے سے قاصر...... پرندے گھونسلوں میں چھپے رہتے۔

گرمی کا تپاک سہا نہیں جاتا تھا۔ باہر لو کے تھپیڑے اڑتے سارا، سارا دن موسم گرم اور خشک رہتا ...... رات کے وقت اچانک آسمان سرمئی ہوتا...... غبار کے بگولے اٹھتے اور لمحوں میں آندھی اپنا کام کر دکھاتی۔ ہر طرف گرد ہی گرد اڑنے لگتی۔ یوں پورا گھر دھول مٹی سے اٹ جاتا۔ تب اسما کو بڑی ہی کوفت ہوتی تھی۔ اس کی ہر چھٹیاں بیکار جاتیں۔ پھر بابا نے گھر پینٹ کروانا شروع کیا تو ساری بیزاریت ختم ہو گئی تھی۔ وہ اسما کی شادی سے پہلے سارا گھر پینٹ کروا رہے تھے۔ ان دنوں اسمارا کو بخار اور الرجی کا مسئلہ ہو گیا تو مامی اسے لے کر اپنے میکے چلی گئیں۔ پیچھے سے اسما نے پورا گھر گلناز کے ساتھ مل کر سیٹ کیا تھا...... بابا کچھ کمروں کا سامان بھی نیا لے آئے۔ خاص طور پر عاشر کے بیڈ روم کے لیے۔ ڈرائنگ روم کا بھی فرنیچر بدل دیا گیا تھا جب پورا گھر سیٹ ہو گیا تو عاشر، مامی اور اسمارا کو جا کر لے آیا تھا...... وہ دونوں چمکتے دمکتے گھر کو دیکھ کر نہال ہو گئی تھیں۔ اسمارا کو نیا فرنیچر بہت پسند آیا تھا...... وہ بہت خوش تھی اور تتلی کے مانند اڑتی نظر آتی تھی۔ آخر یہ پیارا سا گھر اسی کا تھا اور اتنا پیارا ہم سفر بھی...... جو اس پر جان لٹاتا تھا۔

اسما ان دونوں کو خوش دیکھ، دیکھ کر خوش ہوتی اور ان کی دائمی خوشیوں کی دعا کرتی تھی۔ انہی دنوں عاشر کی ٹرانسفر ہو گئی...... اسے یونیورسٹی میں بطور لیکچرر جاب مل گئی تھی...... گو کہ پرائیویٹ یونیورسٹی تھی البتہ تنخواہ خاصی پرکشش تھی پر عاشر دوسرے شہر نہیں جانا چاہتا تھا...... اس یونیورسٹی کا مین کیمپس دوسرے ضلع میں تھا اور عاشر گھر سے دور نہیں جانا چاہتا تھا۔ اس نے آرام سے ریزائن دے دیا۔ عاشر کی بے وقوفی پر بابا اور اسما ہکا بکا رہ گئے...... ان کے سمجھانے بجھانے پر بھی وہ نہیں مانا...... وہ گھر سے دور یعنی اسمارا سے دور نہیں جانا چاہتا تھا۔

جلد ہی اسے دوسرے پرائیویٹ کالج میں جاب مل گئی تھی۔ گو کہ سیلیری ناکافی تھی اور سہولیات بھی کم...... اس کے باوجود عاشر بہت خوش تھا۔ کیونکہ وہ اپنے ہی شہر میں اپنوں کے درمیان تھا۔ بس فرق صرف اتنا تھا...... یہ کالج شہر کے آخری کونے پر تھا۔ عاشر صبح کو نکلتا تو رات کو ہی گھر لوٹتا...... اور اس دوران اسمارا کی جو حالت ہوتی تھی وہ بیان سے باہر تھی۔

وہ پورا، پورا دن بولائی، بولائی پھرتی کسی سے بات بھی نہ کرتی...... گم صم رہتی...... کبھی جو مامی مخاطب کرنے کی غلطی کرتیں تو کاٹ کھانے کو دوڑتی...... سارا دن عاشر سے چیٹنگ میں لگی رہتی۔ کبھی کال آتی کبھی میسج کی ٹنگ ٹنگ...... اور عاشر بھی جیسے پورا دن قوم کے

بچوں کو علم سکھانے کے بجائے اسی کام سے لگا رہتا۔
پورا دن اسمارا کا ایسے ہی گزر جاتا...... کبھی وہ ٹیرس پر ہوتی تو کبھی اپنے کمرے میں...... ان دنوں اپنا حسن سنوارنے میں وہ اور بھی کانشس ہو چکی تھی۔ جانے کیا، کیا منہ پہ ملتی رہتی۔ کبھی کبھی اسے بھی آفر کر دیتی تھی لیکن اسما کو ایسی چیزوں سے الجھن ہوتی تھی۔

''مجھے ضرورت نہیں......'' اسما بیزاری سے جواب دیتی۔

''شکل دیکھی ہے اپنی......؟ کچھ خیال کر لو اس بیچارے ہادی کا...... تمہارا گھونگٹ اٹھا کر ڈر ہی نہیں جائے۔ اگر بے ہوش ہو گیا تو کیا کرو گی؟'' وہ معصومیت سے پوچھتی۔

''پانی کے چھینٹے مار کر ہوش دلواؤں گی۔'' اسما کا جواب سن کر اس کا منہ بن جاتا تھا۔

''بڑی ان رومینٹک لڑکی ہو، ہادی بیچارہ تو رومینس کے لیے ترس جائے گا۔'' اسے ہادی پر بڑا ترس آتا۔

اس دن بھی اسمارا شہد اور لیموں کا پیسٹ منہ پر مل رہی تھی۔ معاً اس کے فون کی گھنٹی بجی تو وہ بجلی کی سی تیزی سے ساتھ لپک کر اندر چلی گئی اور پھر اس کی واپسی گھنٹے بعد ہوئی تھی۔ اسما جب کچن سے باہر آئی تو اسمارا کچھ گنگناتے ہوئے اب ہاتھوں کا مساج کرنے لگی تھی۔

اس کے لبوں پر بڑی دلنشین سی مسکراہٹ تھی۔

عاشر کا یقیناً پورا بھیجا کھا کر آئی تھی اور اس نے اسمارا کی تعریفوں میں پورا دیوان ضائع کیا تھا تبھی تو اس کے گلابی گال حیا کی لالی سے سرخ ہو رہے تھے۔

''عاشر کالج میں کچھ پڑھاتا بھی ہے یا جھک مار کے آجاتا ہے؟'' اسما نے اسے متوجہ کیا تو وہ ایسے چونکی جیسے یہاں سرے سے موجود ہی نہیں تھی۔ پھر سنبھل کر مسکرانے لگی۔

''کیا کہا؟'' اسمارا نے جگر جگر کرتی آنکھوں سے اسے دیکھ کر پوچھا۔ اس نے اپنی بات دہرائی تھی۔

''مطلب؟'' اس نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔

''کدھی اسے کام بھی کرنے دیا کرو...... نوکری حلال کرنے دیا کرو...... بچوں کو پڑھانے دیا کرو...... ہر وقت فون پر مصروف رکھتی ہوا سے۔'' اسما کے گھر کنے پر وہ کچھ چونکتی پھر بے ساختہ ہنس پڑتی۔

''اسے اپنے ساتھ مصروف نہ رکھوں تو ادھر اُدھر مصروف ہو جائے گا۔'' اسمارا نے بے بسی کے ساتھ وجہ بتائی۔

''تم میرے بھائی کو ایسا ویسا سمجھتی ہو؟'' وہ خفگی سے بولی۔

''مرد کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا۔'' اسمارا نے لہک کر کہا تھا۔

''تمہیں بڑا تجربہ ہے مردوں کا؟'' اس نے چاول چنتے ہوئے چوٹ کی تھی۔ وہ قل، قل ہنسنے لگی۔ آج کل بات بہ بات ہنسی کے شگوفے اس کے لبوں سے کھلتے اور گرتے تھے۔ بلکہ اسما کو ہی پتا نہیں چلا تھا، ہاسٹل میں رہنے کی وجہ سے...... اسمارا تو کافی عرصے سے اتنی کھلی، کھلی سرشار رہتی تھی۔ یہ بات اسے گلناز نے بتائی تھی۔

''عاشر تمہیں کیا کہانیاں سناتا ہے؟ گھنٹا گھنٹا بھر فون کان سے لگائے پھرتی ہو۔'' اسما کو پھر سے خیال آیا تو پوچھ بیٹھی تھی۔ اسمارا نے اپنا مساج ختم کر کے کہا۔

''یہ سیکرٹ باتیں ہیں تمہیں کیوں بتاؤں؟'' اس کی آنکھوں میں واضح شرارت تھی۔

''بڑی غدار ہو...... یعنی بھابی بننے سے پہلے ہی آنکھیں ماتھے پر رکھ لی ہیں......'' اسما نے مصنوعی ناراضی سے اسے گھورا۔

''آنکھیں تو اپنی جگہ فٹ ہیں...... بس دل ٹھکانے پر نہیں۔'' اسمارا نے زیرِ لب بڑبڑا کر کہا تو اسما نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔

''دل کا ٹھکانا کدھر ہے جناب؟'' اس کی شرارت محسوس کر کے اسمارا نے ٹھنڈی آہ بھری تھی۔

''دل آج کل خانہ بدوش ہوا آوارہ پھر رہا ہے......'' اس کے لہجے میں کچھ تو ایسا تھا جس نے واضح طور پر اسما کو ٹھٹکا دیا تھا...... وہ چاولوں میں کنکر چنتی لمحہ

بھر کے لیے بھونچکی رہ گئی تھی۔

”دل کو آوارہ کیوں چھوڑا ہوا ہے بھئی لگام ڈالو اسے.....“ اسما سنبھل کر اس کی بے تکی باتوں کو انجوائے کر رہی تھی۔

”لگام ڈالنے سے بھی قابو میں نہیں آتا۔“ اس کی بے بسی کے کیا ہی کہنے تھے۔ اسما پھر سے ٹھٹک گئی۔

”دل اتنا بے قابو کیوں ہوا جا رہا ہے۔“ اب کہ اس کا انداز خاصا سنجیدہ تھا۔ اسمارا نے پھر سے آہ بھری۔

”اس کو قابو کرنے والا آج کل بڑا مصروف ہے۔“ اب وہ ایک مرتبہ پھر مسکرا رہی تھی۔ اسما کی الجھن ختم نہ ہو سکی وہ اس کی مسکراہٹوں کو نظر انداز کرتی گھرک کر بولی تھی۔

”تم عاشر کی بات کر رہی ہو؟“ اس کے چونکا دینے والے انداز پر اسمارا جھٹکا کھا کر سنبھل گئی تھی پھر اس نے اٹھ کر منہ دھویا تھا۔ ہاتھ اور پاؤں صاف کیے اور اب وہ تولیے سے اپنا نکھرا، نکھرا چہرہ صاف کر رہی تھی۔ اسما کی نگاہیں محسوس کر کے اپنا نیم رخ آئینے کی طرف موڑ لیا تھا..... پھر جان بوجھ کر بات بدلنے لگی۔

”اس مساج سے کوئی فرق نظر آیا ہے۔“ وہ آئینے میں اپنا چہرہ دیکھتی بلند آواز میں اسما کی رائے لے رہی تھی۔

”تمہیں ان سہاروں کی کیا ضرورت ہے اسمی؟“ اس نے کنکر کے ڈھیر میں چند اور کنکر رکھتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔

”حسن کو کیئر کی ضرورت ہوتی ہے جناب۔“ اس نے اترا کر کہا پھر دوبارہ صوفے پر جم کر بیٹھ گئی۔ چند لمحے بعد اسمارا کو بھوک ستائی تو اس نے اسما سے کہا۔

”فریج سے فروٹ لا دو مجھے.....“ اسے کاہلی میں ایوارڈ دینا چاہیے تھا..... اتنا کام بھی اٹھ کر نہیں کر سکتی تھی۔ اسما کچن کی طرف جا رہی تھی۔ جب واپس آئی تو پلیٹ میں آڑو اور خوبانیاں تھیں۔

”تم نہ ہوتیں تو میرا نہ جانے کیا ہوتا؟“ اسمارا نے محبت بھری نگاہوں سے اسما کی طرف دیکھ کر تعریفی انداز اپنایا تھا۔ تب اسما نے سوچا لگے ہاتھوں اس کی تھوڑی برین واشنگ کر دے..... سننے میں آ رہا تھا، اسما کے اس گھر میں دن تھوڑے ہی تھے..... جب وہ چلی جاتی تو پیچھے اسمارا کو گھر سنبھالنا تھا۔ لیکن اسمارا میں احساسِ ذمے داری نام کو نہیں تھا۔ مامی بھلا کب تک گھر چلا سکتی تھیں اور یہ باتیں مامی کو چاہیے تھیں کہ اسمارا کو سمجھاتیں..... مگر انہوں نے اسمارا کی طرف سے کان اور آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ انہیں اس بات کا قوی یقین تھا کہ اسما کی شادی ہوتے ہی عاشر گھر میں نوکروں کی فون بھرتی کر لے گا۔

مامی کا یہ گمان کتنا فضول تھا۔ عاشر کہاں اتنے نوکر افورڈ کر سکتا تھا۔ پھر نوکر آج کل ملتے ہی کہاں تھے؟ جو ملتے تھے وہ قابلِ بھروسا نہیں تھے..... گھر میں انہیں کیسے رکھا جاتا..... کچھ نوکر تو چوری ڈکیتی کی وارداتوں میں بھی ملوث تھے۔ اسما نے سوچا وہ اسمارا کو سمجھائے گی اور تھوڑی گھرداری سکھانے کی

تلاوتِ قرآن کے انعام

☆سورۂ یٰسین فجر کے بعد پڑھنے سے ہر خواہش پوری ہوتی ہے۔

☆سورۂ واقعہ بعد عشا پڑھنے والا تنگیِ رزق کا شکار نہیں ہوتا۔

☆سورۂ کوثر دشمنوں کی دشمنی و شر سے بچاتی ہے۔

☆سورۂ کافرون موت کے وقت کفر سے بچاتی ہے۔

☆سورۂ اخلاص منافقت سے بچاتی ہے۔

☆سورۂ فلق حاسدوں اور حادثوں سے بچاتی ہے۔

☆سورۂ ناس وسوسوں سے بچاتی ہے۔

☆ سات مرتبہ سورۂ حمد پڑھنے سے بیمار صحت پا جاتا ہے۔

از: انیلا ظفر، بہارہ کہو

کوشش کرے گی لیکن اسمارا نے اسے فارم میں آتے دیکھ کر دونوں ہاتھ جوڑ دیے..... وہ اس کا ارادہ فوراً بھانپ گئی تھی۔

''پلیز کوئی جمعدارانہ لیکچر مت دینا..... میرا موڈ بڑا خوشگوار ہے۔''

اسما نے لب بھینچ کر اسے گھورا تھا..... پھر انتہائی خفگی سے جتایا۔

''عاشر کے بل بوتے پر اتنی مت کاہل ہو جاؤ اسی! یہ مرد کی محبت بس شادی سے پہلے تک کی ہوتی ہے..... بعد میں اسے بیوی نہیں..... باورچن چاہیے ہوتی ہے، مجھ سے لکھوالو..... تمہیں ناک تک عاجز کردے گا۔ اسی لیے کہتی ہوں کچھ نہ کچھ سیکھ لو..... بعد میں پچھتاؤ گی.....'' اسما کا انداز ناصحانہ تھا۔ پر اسمارا نے ناک پر سے مکھی اڑائی تھی۔

''میرے ساتھ ایسا معاملہ نہیں ہوگا۔ اسے مجھ جیسی خوب صورت بیوی چاہیے جو اس سے محبت کرے..... اس نے مجھے خود کہا ہے..... مجھے بس پیار کرنے والی بیوی کی ضرورت ہے۔ گول روٹیاں تو میں تندور سے بھی لگوالوں گا۔ مجھے دھوبن، باورچن یا درزن نہیں چاہیے.....'' وہ اپنی جھونک میں بولتی ہوئی خیالوں کے اس پار تک چلی گئی تھی۔ جہاں اس کی آنکھوں میں نگینے چمکنے لگے..... اس کے گلابی ہونٹوں پر کلیاں بکھر گئی تھیں..... اس کے گداز گالوں میں حیا کی لالی اتر آئی تھی..... وہ سرتاپا گلاب میں ڈھل کر نکھر گئی تھی۔

اسما اس منظر کی تراوٹ کو دیکھ کر خیرہ ہوگئی..... اسے اندازہ نہیں تھا۔ محبت کی معتبری اور پذیرائی انسان کو ایسا ملکوتی حسن بخش دیتی ہے۔ یہ عاشر کی چاہت اور الفت کا کمال تھا..... یہ عاشر کے اعتبار، محبت اور یقین کا کمال تھا..... اسما جیسے دم بخود رہ گئی تھی۔

''یہ تم سے عاشر نے کہا تھا؟ پھر تو عاشر کا واقعی دماغ چل گیا۔'' کچھ دیر بعد اسما نے سنبھل کر طنزیہ انداز اپنایا تو کھوئی کھوئی سی اسمارا کا سر بے ساختہ نفی میں ہل گیا۔ وہ ابھی تک کسی اور ہی دھیان وگیان میں تھی۔

''نہیں تو.....'' اس کے ہونٹ ہولے سے پھڑپھڑائے تھے..... پھر بھی اسما تک آواز بہ آسانی پہنچ گئی تھی..... اسما کو ایک مرتبہ پھر دھچکا سا لگا..... وہ حق دق اسمارا کے کھلتے گلابوں سے سجے چہرے کو دیکھتی رہی..... اسے ایک عجیب سے احساس نے لمحہ بھر کے لیے متوحش کردیا تھا..... اسے لگا، ہاں..... ایک پل کے لیے اسما کو لگا تھا۔ اسمارا، عاشر کے خیالوں میں نہیں..... وہ کسی اور ہی خیال میں تھی کسی اور ہی گمان میں تھی..... وہ کسی اور کو سوچ رہی تھی..... وہ کسے سوچ رہی تھی؟ کون تھا جس نے اسمارا کو خود سے بھی بیگانہ کردیا تھا؟ اس کو اتنا دیوانہ کردیا تھا؟ یہ وہ جان نہیں سکی تھی۔

''اسی! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟'' اسما نے بہ مشکل سنبھل کر اپنی جگہ سے اٹھ کر اسمارا کا کندھا ہلایا تو اس کی گود میں رکھی پلیٹ الٹ گئی تھی، خوبانیاں لڑھکتی ہوئی فرش پر پھیل گئیں..... یعنی وہ اس قدر بے خیالی اور بے دھیانی میں بیٹھی تھی۔ اسما کو بری طرح سے شاک لگا تھا۔ اس کا دل چاہا وہ اسمارا کو جھنجوڑ دے۔

''کیا.....؟'' وہ اس کے ہلانے پر ہوش میں آگئی تھی۔ اور اب ایسے دیکھ رہی تھی جیسے نیند سے جاگی ہو۔

''تم نے مجھے کچھ کہا ہے اسما؟'' اسمارا نے گھبرا کر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا جیسے اپنے تاثرات مٹانے کی کوشش کررہی ہو جس میں اسے خاطر خواہ ناکامی ہوئی تھی..... اسمارا کے تاثرات چیخ، چیخ کر اعلان کررہے تھے کھول، کھول کر حقیقت بیان کررہے تھے کہ اسمارا کا دل واقعی ٹھکانا بدل چکا تھا..... اسمارا کا دل واقعی خانہ بدوش ہو چکا تھا..... اسمارا کا دل واقعی بے قابو ہو چکا تھا اس دن کے بعد اسمارا کے دل میں چور بیٹھ گیا تھا۔ جب بھی اسما اسے تنہائی میں ملتی وہ ضرور وضاحت کرنے کی کوشش کرتی..... اپنی بے خیالی کو کوستی اور ہر منظر کو بے خیالی میں ثابت کردیتی۔

اسما نے گو کہ اس سے وضاحت نہیں چاہی تھی

تاہم اس کی وضاحت پر خاموش ضرور ہوگئی تھی۔ اس نے اسمارا سے مزید کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ اسمارا خود بھی شاید محتاط ہوگئی تھی۔

بعد میں حالات ایسے ہوئے کہ اسما کو کچھ بھی گہرائی سے سوچنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ حالانکہ اسے گلناز نے دبے، دبے انداز میں کچھ بتانا چاہا تھا لیکن اسما کے پاس اسے سننے کے لیے وقت نہیں تھا۔

اسما اور ہادی کی شادی کی اچانک ڈیٹ فکس ہوگئی......اور پھر تیاریوں کا لمبا سلسلہ شروع ہوگیا...... عاشر ان دنوں اتنا مصروف تھا کہ اسے سر کھجانے کا بھی ہوش نہیں تھا پھر اسمارا پہ توجہ کیا دیتا......؟ اور اسما کو لگتا اسمارا، عاشر کی مصروفیت کو سمجھے بغیر اس کی بے اعتنائی پہ کملاتی جارہی ہے۔ عاشر کی توجہ کے پھول کیا ہٹے تھے اسمارا دنوں میں مرجھانے لگی تھی۔ عاشر اسے وقت نہیں دے پارہا تھا اور اسمارا اندر ہی اندر اس سے ناراض تھی اور گھلتی جارہی تھی۔ اسما نے بہت دفعہ عاشر سے کہا۔

''تم اسمارا کو کیوں نظر انداز کررہے ہو؟ اسے وقت دو......توجہ دو۔'' لیکن وہ ہنس کر ٹال دیتا تھا پھر محبت سے کہتا۔

''اسمارا کے لیے پوری زندگی پڑی ہے۔ یہ وقت بس تمہارے لیے......'' عاشر کی محبت پہ اس کی آنکھیں نم ہوجاتی تھیں۔ وہ واقعی اس کا بھائی، بہن، دوست سارے رشتے ہونے کا حق ادا کررہا تھا۔ شادی کے سلسلے میں ہوتی تیاریاں اب آخری مراحل میں تھیں۔

اس کا جہیز عبدل انکل کے نہ، نہ کرنے کے باوجود بھی کوئٹہ بھجوادیا گیا تھا۔ گھر میں مہمانوں کی چہل پہل ہونے لگی......اور اسمارا کو ان دنوں شدید موسمی بخار نے گھیر لیا......وہ بستر پر اپنے کمرے میں کیا پڑی پورے گھر کی روشنی اور رونق ختم ہوگئی۔

ان دنوں اہل کالونی کی لڑکیوں اور گلناز نے اسما کا بہت ساتھ دیا تھا۔ انہوں نے گھر بھر سنبھال لیا تھا اور شادی کے سلسلے میں ڈھولک بھی رکھ لی تھی......یوں شادی والا گھر حقیقتاً شادی کا منظر پیش کرنے لگا۔

اسما کے لیے زیادہ پریشانی تب شروع ہوئی جب اسمارا کا بخار اترنے سے انکاری ہوگیا تھا۔ یہاں تک کہ اسے اسپتال داخل کروانا پڑا۔ دو تین دن بعد اسمارا گھر آئی تو پہلے سے بہتر تھی تاہم کمزوری اور نقاہت نے اسے شادی کا ایک بھی فنکشن انجوائے کرنے نہیں دیا تھا۔ نکاح کے بعد جب اسما کو پارلر سے گھر لایا گیا تب گلناز بھی اس کے ہمراہ تھی......وہ اس کے کان میں ہولے، ہولے سرگوشیاں کرتی رہی۔

''ہادی بہت خوش ہے اسما! ہم نے دودھ پلائی کی رسم کی تو بڑا مزہ آیا۔ وہ تو بڑا حاضر جواب اور گفتگو میں ماہر لگتا ہے......تم بہت لکی ہو اسما......ہادی...... ہر لحاظ سے پرفیکٹ ہے۔ خوش شکل، خوش گفتار، خوش اخلاق۔'' گلناز نے خوش انداز بھول کر لہک کر دان کی تو اسما کا پہلے سے بے قابو ہوتا دل زور، زور سے دھڑکنے لگا۔ گلناز اسے دودھ پلائی کی رسم کی تفصیل بتارہی تھی۔ کچھ ہی دیر میں رخصتی کا شور اٹھ گیا۔ بابا اور عاشر اسے لینے کے لیے آگئے تھے۔ اسما نے ان کے چہروں کو دیکھا تو خود پر قابو نہ رکھ پائی......بابا اور عاشر بھی رو پڑے تھے۔

جہاں انہیں اسما کے فرض سے سبکدوش ہونے کا سکون اور خوشی تھی وہیں اس کی جدائی انہیں رلا رہی تھی۔ اور اسما دل میں ڈھیروں دعائیں دیتی بابا اور عاشر سے جدا ہوگئی تھی۔ اس یقین اور امید کے ساتھ کہ وہ کبھی ان کے لیے آزمائش یا امتحان نہیں بنے گی۔ اور کبھی انہیں دکھ دینے یا رلانے کا باعث نہیں بنے گی......کبھی اپنے بیمار اور بوڑھے والد کو تکلیف نہیں دے گی کبھی اپنے بھائی کا سر نہیں جھکائے گی۔ اور آج بھی وہ اپنے اس عہد پر پوری طرح قائم و دائم تھی۔ اس صورتِ حال میں بھی کہ اس کا شوہر شادی کی پہلی رات میں ہی اسے دھتکار چکا تھا......وہ اسے پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ اس کی صورت دیکھنے کا بھی روادار نہیں تھا۔ وہ سمجھتا تھا اسما نے اسے دھوکا دیا ہے۔ وہ فراڈ یا کسی سازش کے تحت اس کی زندگی میں داخل ہوئی ہے......

اس نے کسی اور کے حق پر ڈاکا ڈالا ہے۔ کسی اور کا حق غصب کیا ہے۔

وہ کوئی اور آج بھی اسما کے لیے سوالیہ نشان تھی...... آخر وہ کون تھی؟ کیسی تھی؟ اور کس طرح ہادی اور اسما کے بیچ میں چلی آئی تھی۔ آخر اتنی دیدہ دلیر کون لڑکی تھی؟ ایسی جرأت کس میں تھی؟ کون تھی آخر جس نے ادی کو ٹریپ کیا تھا...... بلکہ ہادی کو ہی نہیں...... اور بھی دگوں کو بیچ میں ملوث کیا تھا۔ جیسے اسما اور اسمارا......

وہ کون تھی جس نے پوری گیم بڑی ہوشیاری سے کھیلی تھی...... کیا گلناز؟ تو کیا وہ واقعی گلناز تھی؟ اس نے دودھ پلائی والی جھوٹی کہانی اسما کو سنائی تھی تا کہ اسما کا شک گلناز تک نہ جائے۔

اور اسی گلناز نے در پردہ اسمارا کی تصویروں کو ہادی تک پہنچایا تھا۔ گلناز ہی ہادی سے اسما بن کر بات کرتی تھی۔ یعنی تصویریں وہ اسمارا کی دیتی رہی اور گفتگو سے خود لطف اٹھاتی تھی۔ کیسی ذلیل اور نیچ لڑکی تھی یہ گلناز...... کیسی گھٹیا اور ذلیل حرکتیں کرتی رہی تب اسما کو یقین نہیں آتا تھا لیکن اسما کو اب یقین آ گیا تھا۔ گلناز کی حقیقت کھل چکی تھی۔ وہ جتنا مرضی اپنی چالاکی پر پردہ ڈالتی اس کے کرتوت کھل کر سامنے آ چکے تھے اس نے ہادی کا موبائل نمبر چرا لیا ہوگا۔ پھر ہادی سے اسما بن کر راہ و رسم بڑھائی اور تصویریں اسما کی بھجواتی رہی...... یعنی گلناز نے اسما کے ساتھ، ساتھ اسمارا کی ذات کو بھی بری طرح رگید کر سوالیہ نشان بنا دیا تھا اور گلناز نے یقینی طور پر ضرور ایسے کیا ہوگا...... وہ ایسا کر سکتی تھی...... کیونکہ اسے اپنی توہین کا بدلہ لینا تھا۔ اسے عاشر کو مزہ چکھانا تھا...... اسے خوار کرنا تھا...... اسمارا کو نیچا دکھانا تھا۔ گلناز نے ایک ہی تیر کے ساتھ اتنے ڈھیر سارے شکار کر لیے تھے۔

کس قدر شاطرانہ چال چلی تھی اس نے؟ کس قدر جامع منصوبہ بنایا تھا اس نے...... یہ سب سوچتے اس کا دماغ خالی ہو گیا تھا۔ گلناز کے موبائل میں ان سب کی بے شمار تصویریں تھیں سو اس کا کام آسان ہو گیا تھا۔ اسے کہیں سے بھی دشواری کا سامنا نہیں ہوا۔ آخر اس ساری گیم کا مقصد کیا تھا؟

یعنی ہادی کو اسمارا کے ساتھ ملوث کر دینا...... ہادی کے ذہن و دل میں اسمارا کا تاثر بٹھا دینا...... اسے اسمارا سے امپیچ کر دینا...... پھر جب ہادی، اسما سے ملتا تو اسمارا کو نہ پا کر ایک طوفان کھڑا کر دیتا...... اسما کے سامنے اسمارا کا ذکر کرتا...... اسمارا سے اپنی محبت کو ظاہر کرتا...... پھر اسما خود بخود اسمارا سے متنفر ہو جاتی...... اس سے نفرت کرنے لگتی...... اسمارا کی عزت اور وقار مٹی میں مل جاتا...... اسے پورے خاندان کے سامنے ذلیل ہونا پڑتا...... اسما جب عاشر کو سب کچھ بتاتی تو عاشر، اسمارا سے نفرت کرنے لگتا اسے دھتکار دیتا...... اسے خوار کرتا تب گلناز کے سارے رستے آسان ہو جاتے یوں اسے عاشر مل جاتا...... اسمارا، عاشر کے سامنے اپنا اعتبار کھو دیتی...... یہ دونوں عمر بھر کے لیے ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگتے...... ایک دوسرے کی شکل بھی نہ دیکھتے...... اندر کی کہانی کبھی کھلتی ہی نہیں...... اسما اجڑ کر گھر بیٹھ جاتی اور ہادی...... گلناز کا منصوبہ یوں پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتا...... لیکن گلناز یہ نہیں جانتی تھی کہ اسما اس کی چال کو سمجھ گئی ہے...... اور وہ یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ اسما کا حوصلہ اور اعصاب بڑے مضبوط اور پائیدار تھے۔

وہ اس سارے منصوبے کے سرے تک کو پا گئی تھی...... وہ گلناز کی خباثت کو جان گئی تھی۔ اور اسما ایسی نادان، احمق اور بے وقوف نہیں تھی جو اٹھ کر سارے جہان میں اپنا تماشا لگا دیتی۔

آخر کار اسما جان ہی گئی تھی کہ ہادی کے اس رویے کے پیچھے کیا کہانی تھی...... مگر اس نے بھلا ایسا کیوں کیا وہ تو عاشر کے پیچھے تھی تو پھر......؟ یہ یا ایسے مزید سوالوں کے جواب ملیں گے ماہ جون کی گرما گرم دوپہروں کو پُرسکون کرنے کے لیے اس کہانی کے چھٹے حصے میں......